دورِ حاضر کے چند مشہور مستشرقین اور ان کے اہداف: ایک تحقیقی جائزہ

Some Famous Orientalists of the Present Era and their Goals: A Research Analysis

ڈاکٹر شاہد امین[i] ڈاکٹر گلزار علی[ii] ڈاکٹر ممتاز خان[iii]

Abstract

Allah s.w.t-says in Holy Qurᾱn: Indeed, Islam is the only religion in the sight of Allah s.w.t- Only Islam has enlightened the people by removing the darkness of disbelief and polytheism and waved its flag of truthfulness in east and west- But opponents of Islam did not tolerate it and stood up against Islam- There was a time when enemies of Islam tried to erase Islam with combat forces- When the military strengths and powers converted crusades, then Mujᾱhidīn with bare swords became the brand of Islam that all the others powers came to its end. When the Jews and Christians could not override the strength and power of Islam, then they kept on craft plotting against Islam- They put their leaders in the field for so called investigations (teḥqīq) regarding Islamic thoughts, culture and history to taint the clean and spotless face of Islam and to attack Islam from all the angles. These investigations initiated an ideological war which is so far continued- and these investigations backed the rise of "Orientalism"- Orientalism and Orientalists is a strong link in the chain which is the union of Judaism and Christianity-

Key words: Orientalism, Judaism, Christianity, well known, Qurᾱn

ابتدائیہ

اللہ تبارک وتعالی قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں:

إن الدّین عند اللہ الإسلام[1]

"بیشک اللہ کے نزدیک اسلام ہی دین ہے۔"

i لیکچرار، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اینڈر یلیجیس سٹڈیز، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

ii اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

iii تھیالوجی ٹیچر، ایلیمنٹری اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن خیبر پختون خوا

اسلام کی ضیاء بار کرنوں نے ہی لوگوں کے دلوں سے کفر و شرک کی تاریکیوں کو ختم کیا اور اپنی حقانیت کا جھنڈا مشرق و مغرب میں لہرایا۔ لیکن مخالفین اسلام کو یہ برداشت نہ ہوا اور اسلام کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ غیر تو غیر ادیان سماویہ کے متبعین بھی ایڑی چوٹی کا زور لگانے لگے۔ ایک زمانہ تھا جب دشمنان اسلام نے اسلام کو مٹانے کے لئے جنگی قوتوں کا سہارا لیا تھا۔ جنگی قوت و طاقت نے جب صلیبی جنگوں کا روپ دھارا تو مجاہدین اسلام کی تلواریں ایسی بے نیام ہوئیں کہ ساری قوتوں کا خاتمہ ہوا۔

جب یہودی اور عیسائی قوت و طاقت کے بل بوتے پر اسلام کو زیر نہ کر سکے تو اسلام کے خاتمے کے لئے مکر و فریب کا نیا جال بچھانے کی کوشش میں لگ گئے اور اسلامی افکار و نظریات اور تاریخ و ثقافت کی تحقیقات کے نام پر اپنے پیشواؤں کو اس میدان میں لا کھڑا کر دیا تاکہ اسلام کے بے داغ اور شفّاف چہرے کو داغدار بنا کر پیش کرنا آسان ہو جائے اور اسلام پر ہر زاویئے سے حملہ کیا جاسکے۔

تحقیقات کی اس ابتدا سے افکار و نظریات کی ایسی جنگ چھڑتی ہے جو اب تک چلی آرہی ہے۔ اور اسی تحقیقات کے پس پردہ استشراق کا جنم ہوتا ہے۔ استشراق اور مستشرقین اسی سلسلے کی ایک مضبوط کڑی ہے جو یہودیت اور عیسائیت کا سنگم ہے۔

استشراق کا لغوی معنٰی

استشراق عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کا سہ حرفی مادہ "شرق" ہے۔ جس کا مطلب روشنی اور چمک ہے۔ اس لفظ کو مجازی معنوں میں سورج کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس طرح شرق و مشرق، سورج طلوع ہونے کی جگہ کو بھی کہتے ہیں[2]۔

لفظ "شرق" کو جب باب استفعال کے وزن پر لیا جائے تو 'ا، س، ت' کے اضافے سے "استشراق" بن جاتا ہے۔ اس طرح اس کے اندر طلب کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے۔ گویا استشراق سے مراد مشرق کی طلب ہے۔ عربی لغات کی رو سے مشرق کی یہ طلب علوم شرق، آداب، لغات اور ادیان تک محدود ہے۔ یہ ایک نیا لفظ ہے۔ جو قدیم لغات میں موجود نہیں ہے۔ انگریزی زبان میں "شرق" کے لئے "Orient" اور استشراق کے لئے "orientalism" جبکہ مستشرقین کے لئے "Orientalists" کے الفاظ استعمال کے جاتے ہیں[3]۔

اصطلاحی معنٰی

استشراق کا مفہوم استشراق کا عام فہم اور فوری طور پر ذہن میں آنے والا مفہوم یہ ہے کہ مغرب کے رہنے والے علماء و مفکرین جب مشرقی علوم وفنون کو اپنی تحقیق و تفتیش کا مرکز و محور بنائیں گے تو اسے استشراق کہا جاتا ہے۔ عام طور پر ان علوم وفنون میں ہر قسم کے علوم شامل کیے جاتے ہیں۔ مثلاً، عمرانیات، تاریخ، بشریات، ادب، لسانیات، معاشیات، سیاسیات،

مذہب وغیرہ۔ اگرچہ بظاہر استشراق میں کوئی منفی مفہوم نہیں پایا جاتا، اور مغربی مفکرین اس سے مشرقی علوم وفنون کا مطالعہ اور ان کی تحقیق و تفتیش ہی مراد لیتے ہیں۔ جیسے کہ ایڈورڈ سوید اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

"شرق شناسی (استشراق) ایک سیاسی موضوع ہی نہیں یا صرف ایک شعبہ علم ہی نہیں، جس کا اظہار تمدن، علم یا اداروں کی صورت ہوتا ہے۔ نہ یہ وسیع و عریض مشرق کے بارے میں کثیر تعداد میں منتشر تحریروں پر مشتمل ہے اور نہ یہ کسی ایسی فاسد مغربی سازش کی نمائندگی یا اس کا اظہار ہے جس کا مقصد مشرقی زمین کو زیر تسلط رکھنا ہو بلکہ یہ ایک جغرافی شعور، معلومات اور علم کا جمالیاتی اور عالمانہ، معاشی، عمرانی، تاریخی اور لسانیات کے متعلق اصل تحریروں میں ایک طرح کا پھیلاؤ ہے[4]۔"

اگر ہم اس بات کو مان بھی لیں کہ استشراق کا مقصد صرف مشرق، اس کے علوم، روایات اور انفرادی و اجتماعی رویوں کا مطالعہ ہے تو ان مذکور شعبہ جات کی حد تک یہ رائے ٹھیک ہو سکتی ہے۔ لیکن جیسے ہی اسلام کا ذکر آتا ہے تو مغرب کی ساری اخلاقیات، علمی روایات، انصاف، رواداری سب کچھ آن واحد میں کہیں کھو جاتا ہے۔ اور اس بات سے بھی مفر نہیں کہ مشرق اور اسلام کا ساتھ چولی دامن کا ہے۔ نہ مشرق کا ذکر اسلام کے بغیر ممکن ہے اور نہ اسلام کا ذکر مشرق کے بغیر مکمل ہو سکتا ہے۔ اس لیے استشراق کے تمام مراحل میں مغربی مفکرین کا سابقہ اسلام سے پڑتا رہا اور وہ اس کے ساتھ سوتیلوں جیسا سلوک کرتے رہے۔'' استشراق' کا یہ لفظ اختیار کرنے کے پس پشت اگرچہ کوئی خاص مقصد یا سوچ کارفرما نہیں تھی، لیکن اتفاق سے یہ لفظ مستشرقین کے لیے بے حد موزوں اور ان کی نیتوں کی صحیح وضاحت کرتا ہے۔ باب استفعال کی ایک بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ثلاثی مجرد کو مزید فیہ میں لایا جائے تو اس کے اندر تکلف کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے۔ یعنی کسی کام یا امر کو بتکلف سرانجام دیا جائے اور پس منظر میں کچھ منفی مقاصد بھی ہوں اور ظاہری طور پر ایسا ہی لگتا ہے۔ کیونکہ دنیا میں اس وقت اسلام کے علاوہ دو بڑے مذاہب یہودیت اور عیسائیت ہیں۔ ان دونوں مذاہب کے انبیاء اور ان کے ابتدائی پیروکاروں کا تعلق مشرق سے ہے۔ تورات و انجیل میں بیان کیے گئے تمام حالات و واقعات اور مقامات کا تعلق بھی مشرق سے ہے۔ لیکن اس کے باوجود بائیبل یا عیسائیت و یہودیت کے عالمانہ مطالعے کو کوئی بھی استشراق کے نام سے موسوم نہیں کرتا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ استشراق کی اس تحریک کے مقاصد سراسر منفی ہیں، مستشرقین اپنے ان مقاصد کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کا بنیادی مقصد اسلام اور اس کی تعلیمات کا صرف تحقیقی مطالعہ نہیں، بلکہ ان تعلیمات کو شکوک و شبہات سے دھندلانا، مسلمانوں کو گمراہ کرنا اور غیر مسلم لوگوں کے سامنے اسلام کا منفی تصور پیش کر کے انہیں اسلام قبول کرنے سے روکنا ہے[5]۔

استشراق ایک نیا لفظ ہے جو پرانی لغات میں موجود نہیں۔ اے۔ جے آربری (Arther John Arberry) کے مطابق استشراق (Orientalist) 1638ء میں یونانی کلیسا کے ایک پادری کے لئے استعمال ہوا۔ میکسم روڈنسن (Maxime Rodinson) کے مطابق استشراق کا لفظ انگریزی زبان میں 1838ء میں داخل ہوا۔ اور فرانس کے کلاسیکی لغت میں اسکا اندراج 1799ء میں ہوا[6]۔

مستشرقین

ڈاکٹر محمود احمد غازی مستشرقین کی تعریف کچھ ایسے فرماتے ہیں:

"مستشرقین مغرب کے وہ ماہرین کہلاتے ہیں جنہوں نے مشرقی علوم کو بالعموم اور اسلامی علوم کو بلخصوص اپنی تحقیق و مطالعے کا موضوع بنایا[7]۔"

پیر کرم شاہ الازہری مستشرقین کی تعریف کے بارے میں فرماتے ہیں:

" مستشرقین وہ اہل مغرب بالعموم اور یہود و نصاریٰ بلخصوص، جو مشرقی اقوام خصوصاً ملت اسلامیہ کے مذاہب، زبانوں، تہذیب و تمدّن، تاریخ، ادب، انسانی اقدار، ملی خصوصیات، وسائل حیات اور امکانات کا مطالعہ معروضی تحقیق کے لبادے میں اس غرض سے کرتے ہیں کہ ان اقوام کو اپنا ذہنی غلام بنا کر ان پر اپنا مذہب مسلّط کر سکیں اور اس پر سیاسی غلبہ حاصل کر کے ان کے وسائل حیات کا استحصال کر سکیں[8]۔"

الغرض وہ مغربی دانشور جو مذہبی تعصب کی عینک لگا کر اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں، غیر مغربی اقوام بلخصوص مسلمانوں کی عادات واطوار، مذہبی و گروہی اختلافات، ان کی تہذیب و ثقافت، ان کے ملکوں میں بولی جانے والی زبانوں کی مطالعہ کرتے ہیں پھر اپنی تحقیق سے تصانیف لکھتے ہیں تاکہ اسلام کے مصادر میں آمیزش اور اسلام کی روح کو متاثر کیا جائے۔

یہ حقیقت ہے کہ مستشرقین کی ایک بڑی تعداد نے قرآن مجید، سیرت، تاریخ، تمدن اسلام اور اسلامی معاشرہ کی تاریخ اور پھر اس کے بعد اسلامی حکومتوں کی تاریخ کا مطالعہ ایک خاص مقصد کے تحت کیا اور مطالعہ میں ان کی دوربین نگاہیں وہ چیزیں تلاش کرتی رہیں، جن کو جمع کر کے قرآن، شریعت اسلامی، سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، قانون اسلامی، تمدن اسلامی اور اسلامی حکومتوں کی ایک ایسی تصویر پیش کر سکیں، جسے دیکھ کر لوگ آنکھوں پر پٹی باندھ لیں، مستشرقین نے اپنی آنکھوں پر خوردبین لگا کر تاریخ اسلام اور تمدن اسلامی اور یہ کہ آگے بڑھ کر (خاکم بدہن) قرآن مجید اور سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ ذرے وہ ریزے تلاش کرنے شروع کئے جن سے کوئی انسانی جماعت، کوئی انسانی شخصیت خالی نہیں ہو سکتی ہے اور ان کو جمع کر کے ایسا مجموعہ تیار

کرناچاہاجوایک نہایت تاریک تصور ہی نہیں بل کہ تاریک تاثر اور تاریک جذبہ پیش کرتا ہے اور انہوں نے اس کام کو انجام دیا جو ایک بلدیہ کا ایک انسپکٹر انجام دیتا ہے کہ وہ شہر کے گندے علاقوں کی رپورٹ پیش کرے[9]۔

استشراق کی تاریخ

آج سے تقریباً بارہ سو سال پہلے شام کے ایک مشہور مسیحی عالم یوحنا دمشقی نے اسلامی علوم وفنون کو اپنی دلچسپی کا موضوع بنایا۔ وہ پہلا مسیحی عالم تھا جو اگرچہ مغربی نہیں تھا، شام کا رہنے والا تھا لیکن اس کی تحقیقات کو استشراق میں بڑااہم مقام حاصل ہے. اس نے اسلام، قران اور سیرت کے بارے میں جو کچھ لکھا وہ ایک طویل عرصے تک مغربی ماہرین اور مغربی اہل علم کے لئے بہت بڑا ماخذ ومصدر رہا۔ اس کی تحریروں کا لاطینی زبان میں ترجمہ بھی ہوا۔ لاطینی زبان سے دیگر مغربی زبانوں میں اس کے خلاصے تیار ہوئے۔ جو تصورات اس نے قائم کئے تھے، جن خیالات کا اس نے اظہار کیا تھا انہوں نے ایک طویل عرصہ تک مغرب کے اہل علم کو متاثر کیا۔ اور وہ غلط فہمیاں یا شکوک وشبہات جو یوحنا دمشقی نے پیدا کے تھے، طویل عرصے تک دہرائے جاتے رہے[10]۔

تاریخی حقائق سے ان باتوں کا انکشاف ہوتا ہے کہ بعض مغربی راہب اندلس کی عظمت وترقی اور شان وشوکت کے دور میں اندلس آئے اور وہاں کے مدرسوں میں تعلیم حاصل کرنے لگے۔ انہوں نے مختلف علوم وفنون خصوصاً فلسفہ، طب اور ریاضی کی تعلیم علماء اسلام سے حاصل کی اور قران کریم اور دیگر عربی کتابوں کا اپنی زبان میں ترجمہ کیا۔ ان راہبوں کی فہرست میں سب سے پہلا نام جربرٹ "Jerbert" نامی ایک فرانسیسی راہب کا آتا ہے۔ جب یہ فرانسیسی راہب اندلس میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے ملک واپس ہوا تو 999ء میں روم کے کلیسا کا پادری منتخب کیا گیا۔ دوسرا نام پیٹر "Peter" کا آتا ہے۔ جبکہ تیسرا نام جیرارڈ گریمون کا بیان کیا جاتا ہے[11]۔

اس طرح ان سارے راہبوں نے اپنے وطن واپس ہونے کے بعد عربی تہذیب وثقافت اور مشہور علماء عرب کی تالیفات وتصنیفات کی نشر واشاعت میں اپنے آپ کو مصروف رکھا۔ چند سال ہی گزرے تھے کہ عربی تعلیم کے لئے مدرسوں کا قیام ہونے لگا۔ اس طرح یہ راہب بہت سارے مدرسوں اور گرجا گھروں میں لاطینی زبان میں (جو اس وقت تمام یورپین ممالک میں زبان علم وفن سمجھی جاتی تھی) ترجمہ شدہ عربی زبانوں کا درس دینے لگے۔ مغرب کی یونیورسٹیاں ان کتابوں پر اعتماد کرنے لگیں۔ اور تقریباً چھ صدیوں تک ان کو تحقیق ومطالعہ کے لئے اصلی مراجع کی حیثیت سے تسلیم کرتی رہیں۔

اس وقت سے مغربی لوگوں کے آمد کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا۔اسلام اور عربی زبان کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔قرآن اور دیگر عربی علمی اور ادبی کتابوں کا ترجمہ نہایت برق رفتاری سے ہوتا رہا اور جب اٹھارہویں صدی کا زمانہ آیا تو مغرب کے لوگ اسلامی دنیا میں سامراجیت کے نفوذ کے درپے ہوگئے اور اسلامی ملکوں پر قبضہ جمانا شروع کردیا۔اسلام اور اسلامی ملکوں کے خلاف ایک تو مغرب کی ریشہ دوانیاں اپنے عروج پر تھی اور دوسری طرف مغرب کے علماء استشراق کی نشر واشاعت کے لئے سر توڑ کوشش کر رہے تھے،اس کے لئے مغرب کے سارے ملکوں میں ماہنامے اور رسالے نکال رہے تھے۔اسلامی اور عربی ملکوں میں عربی مخطوطات پر ٹوٹ پڑے اور ان کے نادان مالکان سے کتابیں خریدنے لگے،اور بڑی بڑی لائبریریوں سے کتابوں کے خرد برد میں مشغول ہوگئے کیونکہ یہ کتب خانے نہایت بد نظمی کا شکار تھے۔اس طرح عربی کے نادر مخطوطات کو انہوں نے اپنی لائبریریوں میں منتقل کردیا۔انیسویں صدی کے آغاز تک ان مخطوطات کی تعداد دو لاکھ پچاس ہزار تک پہنچ گئی اور اب بھی تعداد میں اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے۔

مستشرقین نے اپنے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے 1783ء میں پیرس میں اپنی پہلی کانفرنس کا انعقاد کیا۔مشرق کے ادیان و مذاہب، تہذیب و ثقافت،علوم و فنون کی تحقیق و تدقیق میں کانفرنسز منعقد ہوتی رہیں اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے[12]۔

جیسا کے معلوم ہوا کہ استشراق کا آغاز صرف عربی زبان اور اسلام جیسے مذہب کے مطالعہ سے شروع ہوا۔لیکن اسی استشراق کا دائرہ مشرق میں مغربی سامراجیت کے زور پکڑنے کے بعد اتنا وسیع ہوگیا کہ مشرق کے تمام مذاھب ان کی عادات و تقلید، رسم و رواج، تہذیب و ثقافت، زبان و بیان اور اس کے جغرافیائی علم کی تحقیق پر محیط ہو کر اختتام پذیر ہوا۔لیکن وسعت کے باوجود استشراق کا مطمح نظر اسلام، عربی زبان وادب اور اسلامی تہذیب و ثقافت ہی رہا۔

استشراق کے اغراض و مقاصد

عام مستشرقین کے استشراقی علوم و تحقیقات کے اغراض و مقاصد کو تین قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔جو بنیادی مذہبی مقاصد، دینی اور سیاسی مقاصد،اور علمی مقاصد پر محیط ہے۔آیئے ہم اب ان کا قدرے تفصیل سے جائزہ لیں!

بنیادی تخریبی مذہبی مقاصد

مستشرقین کا بنیادی مقصد اسلام کی تعلیمات میں شک کا بیج بونا ہے۔اسلام کے مختلف شعبہ ہائے زندگی میں وہ ایسے شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں جن کو بنیاد بنا کر وہ اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

1. رسالت کی صحت میں تشکیک

جمہور مستشرقین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کا انکار کرتے ہیں اور من جانب اللہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کے منکر ہیں۔ جب مستشرقین نزول وحی الٰہی کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر طاری ہونے والے مخصوص حالات کی توضیح و تشریح کرتے ہیں تو انتہائی حماقت و جہالت کا ثبوت دیتے ہیں جبکہ نزول وحی الٰہی کے یہ حالات بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور خصوصاً ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ذکر فرمائے ہیں۔ معاذاللہ بعض مستشرقین ان کیفیات کو مرگی سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ آپ کو کبھی کبھی مرگی کا دورہ پڑتا تھا۔ اور بعض وحی کو ان تخیلات سے تعبیر کرتے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن و دماغ میں معاشرتی بے راہ روی کی اصلاح کی خاطر موجزن تھے۔ اور بعض وحی کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ ایک نفسیاتی مرض تھا وغیرہ وغیرہ۔ (نعوذ باللہ من ھذہ الاقوال الخبیثۃ)

ایسا لگتا ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کوئی نبی آیا ہی نہیں کہ وحی کی کیفیت و صورت کی تفسیر ان کے لئے ایک مشکل امر بن گیا۔ جبکہ ہر یہودی و عیسائی توریت میں مذکور انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام پر ایمان مطلق رکھتا ہے۔ حالانکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تاریخی شان و شوکت، انقلابی رعب و دبدبے اور اپنے ساتھ لائے ہوئے اصول و قوانین کی عظمت و رفعت میں انبیاء سابقین سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ اس کے باوجود مستشرقین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو ایسے غلط معانی سے تعبیر کرتے ہیں جو ہر صورت میں شان نبوت کے منافی ہیں۔ اور یہ ساری تعبیرات ان کے مذہبی تعصب پر واضح دلیل ہیں۔ اور جہاں تک ان کے دینی پیشواؤں، پادریوں اور عیسائی مبلغین کا مسئلہ ہے تو وہ اس علمی خیانت میں قابل تقلید نمونہ بنے رہے[13]۔

اسی طرح جب انہوں نے قرآن کریم کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر منجانب اللہ نازل ہونے کو تسلیم نہیں کیا اور قرآن میں گزشتہ امتوں کے بارے میں وارد شدہ تاریخی حقائق (جن کا صدور تاجدار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مستحیل ہے) نے انھیں لاجواب اور ساکت کر دیا تو انہوں نے بھی وہی قول دہرا دیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جاہل مشرکین کہا کرتے تھے۔ کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم یہ معلومات کچھ ایسے لوگوں سے لیتے ہیں جو انھیں آکر بتاتے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ عجیب سی بیہودہ باتیں کرتے ہیں۔ اور جب انھیں قرآن کریم میں وارد ان سائنسی حقائق کا سامنا ہوتا ہے جن کا انکشاف صرف اور صرف عصر حاضر میں ہوا ہے تو وہ یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ وہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذہانت و فطانت کا نتیجہ ہے۔

2. اسلام، نبوت اور قران کے منزل من السماء ہونے میں تشکیک

مستشرقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کے منزل من السماء ہونے کے منکر ہیں اور اسلام کے من عند اللہ ہونے کا بھی انکار کرتے ہیں۔ بلکہ ان کا خیال تو یہ ہے کہ اسلام یہودیت اور عیسائیت کا مرکب ہے۔ لیکن مستشرقین کے پاس ان دعوؤں کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ ان کے دعوے ان چند ظاہری تشابہ پر مبنی ہیں جو اسلام اور سابقہ دونوں مذاہب (یہودیت اور عیسائیت) میں پائے جاتے ہیں۔

ہودی مستشرق گولڈ زیہر Gold Ziehar اور جوزف شاخت Joseph Schacht وغیرہ نے پوری دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ اسلام، مذہب یہود سے ماخوذ ہے اور یہودیت، اسلام پر اثر انداز ہے۔ مسیحی مستشرقین اس دعوے میں یہودی مستشرقین کی اندھی تقلید کرتے ہیں۔ کیونکہ مسیحی مذہب میں کوئی ایسا قانون اور آئین نہیں ہے جس کو وہ یہ تصور دے سکیں کہ اسلام یا اسلامی قانون اس سے ماخوذ ہے۔ البتہ وہ یہ گمان کرتے ہیں کے میسحیت میں کچھ ایسے اخلاقی اصول ہیں جو اسلام پر اثر انداز ہو کر اسلام میں داخل ہو گئے ہیں۔ ان باتوں سے ایسا لگتا ہے کہ ادیان سماویہ کے اخلاقی اصول و مبادی کا متعارض ہونا لازمی ہے اور ایک دین کو بھیجنے والا کوئی اور ہے دوسرے دین کو بھیجنے والا کوئی اور ہے۔ کیونکہ یہ ممکن ہے کہ دو الگ الگ دین اپنے اصول اور اخلاقی اقدار میں مشابہت رکھتے ہوں مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ایک دین دوسرے سے ماخوذ ہے کیونکہ اگر دو دین منزل من اللہ ہیں تو اصول و ضوابط میں کہیں کہیں مشابہت کا ہونا امر طبعی ہے[14]۔

3. احادیث کی صحت میں تشکیک

مستشرقین ان احادیث کی صحت میں شکوک و شبہات ڈالتے ہیں جن پر ہمارے علماء اور محققین اعتماد کرتے چلے آئے ہیں۔ اور اس سلسلے میں بعض بدنیتوں کی طرف سے احادیث نبویہ کی نقل میں کی گئی ہیرا پھیری اور وضع کا سہارہ لیتے ہیں اور ان کاوشوں کو یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں جو ہمارے علماء کرام نے احادیث موضوعہ کو احادیث صحیحہ سے الگ کرنے میں صرف کی ہیں۔ حالانکہ ان علماء نے اپنی ان کاوشوں میں نہایت ہی دقیق اصول اور جانچ پڑتال کے نہایت ٹھوس قواعد کو مد نظر رکھا ہے۔ اور ان مستشرقین کا حال تو یہ ہے کہ ہمارے علماء کے ان مضبوط اور مستحکم اصولوں کے مقابلے میں ان کی مقدس کتابوں کی صحت سند کی تحقیق کے اصولوں کے ایک فیصد کو بھی نہیں پہنچ سکتے[15]۔

مستشرقین کو یہ غیر منصفانہ دعوے اور حیلہ سازیاں اس وجہ سے کرنی پڑتی ہیں کیونکہ وہ احادیث طیبہ کا اتناز بردست خزانہ اور قانون سازی کا یہ حیرت انگیز سرمایہ دیکھ کر مبہوت ہو گئے جو سرمایہ ہمارے علماء کی تحقیق و تدقیق کا مرکز بنا رہا۔

مستشرقین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت کے معتقد تو تھے نہیں اس لئے انہوں نے یہ دعوی کر دیا کہ جن باتوں کا صدور امی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتا ہے وہ عقل سے بعید معلوم ہوتی ہیں اور سارا کام مسلمانوں کی پہلی تین صدیوں میں جمع خرچ کا نتیجہ ہے۔ مستشرقین کے ذہنی خلجان اور پریشانی کا واحد سبب یہ ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق نہیں کرتے۔ اور یہ عدم تصدیق ہی ان کی ساری حیلہ سازیوں، بہانہ بازیوں اور غلط بیانیوں کا سرچشمہ ہے۔

4. **فقہ اسلامی کی بنیاد، عظمت و وقعت میں تشکیک**

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ آج تک کسی بھی قوم کو فقہ اسلامی جیسا قانون میسر نہیں ہوا۔ جب مستشرقین کو فقہ کی عظمت و رفعت کا علم ہوا تو وہ بہت پشیمان ہوئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے منکر تو تھے ہی، لہذا جب انھیں کچھ اور نہ ملا تو یہی لکھ دیا کے فقہ اسلامی رومانی قانون سے ماخوذ ہے (یعنی مغربی قانون سے ماخوذ ہے). جب مستشرقین کا یہ دعوی سامنے آیا تو ہمارے محققین علماء خاموش نہ رہے بلکہ ان کے سارے دعووں کا علمی اور تحقیقی جواب دے کر ان کے پرخچے اڑا دیے۔

اسی موضوع پر "لاھائی (نیپال)" میں منعقد ہونے والے کانفرنس "مؤتمر القانون المقارن" نے یہ فیصلہ کیا کہ فقہ اسلامی قرآن و سنّت سے ماخوذ ایک مستقل قانون ہے اور کسی دوسرے قانون سے ماخوذ نہیں ہے۔ اس کانفرنس کی رپورٹ ہی مغربی ہٹ دھرم محققین کے لئے دندان شکن جواب ہے[16]۔

5. **عربی زبان میں تشکیک**

مستشرقین کا ایک مقصد عربی زبان کے سائنسی ترقی کے پہلو بہ پہلو چلنے کی طاقت و قدرت میں شک پیدا کرنا تاکہ ہم ہمیشہ ان کی اصطلاحات کے محتاج رہیں اور ہمیشہ ہمیں ان کی احسان مندی اور ادبی حکمرانی کے تسلط کا احساس رہے۔

نیز ادبی لٹریچر کی بے نیازی میں شک کا بیج ڈالنا تاکہ ہم ان کی ادبیات کے طرف متوجہ ہوں۔ یہی وہ ادبی سامراج ہے جس کو وہ فوجی سامراج سے ملانا چاہتے ہیں[17]۔

دینی اور سیاسی مقاصد

مسلمانوں کے اندر ان کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن شریف، شریعت اسلامیہ اور فقہ اسلامیہ کی تحقیق کے نام پر شکوک و شبہات کے ایسے شوشے چھوڑنا جو مسلمانوں کی اپنی علمی اور ایمانی تراث پر خود اعتمادی کو مجروح کریں۔ یاد رہے

کہ اس کے پیچھے مستشرقین کے دو مقاصد کارفرما ہیں۔ایک تو دینی مقصد اور دوسرا سامراجی مقصد۔

1. **مسلمانوں کے تہذیبی سرمایہ کی اقدار وروایات کے متعلق تشکیک**

مستشرقین اس بات کا دعوی کرتے ہیں کہ اسلامی تہذیب و تمدّن رمانوی تہذیب و ثقافت سے منقول ہے۔اہل عرب نے رومانی تہذیب و تمدّن، اس کے فلسفے اور اس کے آثار و علامات کو نقل کیا ہے۔خود انکی اپنی کوئی جدید فکر اور نئی تہذیب نہیں ہے۔مزید یہ کہ اسلامی تہذیب میں ہر قسم کی خرابیاں پائی جاتی ہیں۔اس لئے جب بھی ان کو اسلامی تہذیب کی اچھائیوں کا ذکر کرنا پڑتا ہے تو نہایت اختصار سے کام لیتے ہیں۔

2. **مسلمانوں کے علمی سرمایوں، عقائد و نظریات میں تشکیک**

مسلمانوں کے پاس جو عادات واطوار، اقدار وروایات، عقائد وروایات اور اخلاقی نمونے ہیں ان کو ایسے مشکوک و ناقابل عمل بتانا کہ مسلمانوں کو خود اپنے نظریات میں شک ہونے لگے اور ان کے درمیان مغربی ثقافت کو پھیلانا آسان ہو جائے، اس کی محبت کو داخل کیا جائے اور اس سے مقابلے کے جذبے کو کمزور کیا جائے۔

3. **اسلامی اخوت و بھائی چارے کا خاتمہ**

اسلام سے قبل کی قومیت کو زندہ کرکے عوام کے درمیان اختلافات کی آگ بھڑکا کر مختلف مسلم ممالک کے لوگوں کے درمیان اسلامی اخوت اور بھائی چارگی کا خاتمہ کرنا۔جیسا کہ مغرب کے لوگ عرب ملکوں میں کرتے ہیں کہ ان کے شیرازہ کو بکھیرنے اور عرب ملکوں کے اتحاد کو برباد کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔

علمی اغراض و مقاصد

اس کا مقصود صرف اور صرف بحث و تحقیق ہے۔اسلامی اور عربی ورثہ کا ایسا مطالعہ کرنا ہے جس سے بعض مخفی حقائق ان پر اجاگر ہوتے ہیں۔اس قسم کے مستشرقین کی تعداد بہت کم ہے۔

یہ جماعت تینوں جماعتوں میں سب سے بہترین مقاصد کی حامل ہے۔اور اس کے خطرے بھی بہت کم ہیں کیونکہ یہ جماعت حق کے واضح ہوتے ہی اس کی طرف رجوع کرلیتی ہے۔لیکن اس قسم کے مستشرقین سابقہ دونوں قسم کی جماعتوں کے ظلم و تشدّد کا نشانہ بن جاتے ہیں اور انہیں جذبات سے کام لینے والا اور مسلمانوں کی دلجوئی کرنے والا گردانے لگتے ہیں۔جیسا کہ توماس آرنولڈ (1930ء) کے ساتھ کیا گیا۔جب انہوں نے اپنی عظیم الشان کتاب "الدعوۃ الی الاسلام

" میں مسلمانوں کے ساتھ انصاف سے کام لیا اور ہر زمانے میں مختلف ادیان کے پیروکاروں کے ساتھ مسلمانوں کے حسن سلوک کو مدلّل طور پر ثابت کیا۔

اسی طرح ان کا دوسرا نشانہ فرانسیسی آرٹسٹ مستشرق ناصر الدین دینیہ ہے جو الجیریا کا مقیم تھا۔جب اس نے اسلامی علوم وفنون کا مطالعہ کیا تو متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور اپنے قبول اسلام کا اعلان کر دیا اور اپنے اسلامی نام "ناصر الدین دینیہ" منتخب کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر اس نے ایک جزائری عالم سے مل کر "أشعۃ خاصۃ بنور الإسلام " نامی کتاب بھی تصنیف کی۔اس کتاب میں انہوں نے پیغمبر اسلام کے خلاف اپنی قوم کی زیادتیوں اور جانبدارانہ رویوں کو بہت ہی کھلے لفظوں میں بے نقاب کیا ہے۔اس مسلم مستشرق نے فرانس میں وفات پائی مگر اس کی لاش کو الجیریا منتقل کیا گیا اور وہی مدفون ہوئے[18]۔

مقاصد کی تکمیل کے لئے اسباب ووسائل

مستشرقین نے اپنے نظریات، عقائد، افکار اور تحقیقات کی نشر واشاعت کے لئے ہر ممکنہ وسائل کا استعمال کیا۔ مثلاً

1. تصانیف

مذہب اسلام، اسلامی رجحانات و خیالات، پیغمبر اسلام اور مقدّس کتاب قرآن پر مختلف موضوعات پر کتابیں تصنیف کرنا۔ جن میں سے اکثر تصانیف میں نصوص وعبارات کی نقل اور تاریخی واقعات کے فہم وادراک اور ان سے نتیجہ اخذ کرنے میں ایک منظّم پلان کے تحت مستشرقین نے تحریف و تبدیلی اور علمی خیانت کا ثبوت دیا ہے۔

2. ماہنامے جاری کرنا

مستشرقین نے اپنے اغراض و مقاصد کے لئے دوسرا طریقہ یہ اپنایا کہ مذہب اسلام، اسلامی ممالک اور مسلم قوم پر جو ان کی تحقیقات ہیں ان کی نشر واشاعت کے لئے خصوصی طور پر ماہ ناموں کا اجراء کیا[19]۔

3. عیسائی تبلیغی مشن

عالم اسلام میں عیسائی تبلیغی مشن کو اس طرح پیش کرنا کہ اس میں بظاہر انسانی فائدہ اور خدمات خلق نظر آئے مثلًا ہسپتالوں کی تعمیر، ارگنائزیشنز، اسکول، یتیم خانے اور سرائے وغیرہ کی تعمیر اور وقتاً فوقتاً کھانے کی پارٹیوں کا اہتمام کرنا اور مسیحی نوجوانوں کے لئے تنظیمیں قائم کرنا وغیرہ وغیرہ۔

4. لیکچرز کا اہتمام

یونیورسٹیوں اور علمی اداروں میں لیکچرز کا اہتمام کرنا۔ یہاں قابل افسوس اور باعث حیرت بات یہ ہے کہ اسلام کے بارے میں لیکچرز دینے کی غرض سے اسلام کے سب سے زیادہ خطرناک، متعصب اور سخت ترین دشمن مقررین کو قاہرہ، دمشق، بغداد، رباط، کراچی، لاہور اور علیگڑھ جیسی اسلامی اور عربی یونیورسٹیوں میں مدعو کیا جاتا رہا ہے[20]۔

5. مقالات و مضامین کی اشاعت

مقامی اخباروں میں تحریفات پر مبنی اپنے مقالات و مضامین شائع کروانا۔اس موضوع پر ڈاکٹر عمر فرخ اور ڈاکٹر مصطفی الخالدی کی کتاب "التبشیر والستعمار" بہت ہی مفید تاریخی دستاویزوں کا مجموعہ ہے۔ یہ کتاب سامراجیت کے فروغ و ترقی کے لئے مستشرقین اور مشنریز کی طرف سے کی گئی خدمات پر روشنی ڈالنے کے لئے کافی ہے۔

6. کانفرنسوں کا انعقاد

کانفرنسوں کو منعقد کرنا تاکہ مستشرقین اپنے ان منصوبوں اور عزائم کو پختہ اور مضبوط کر سکیں جن کو بظاہر وہ علمی تحقیقات کا نام دیتے ہیں۔ مستشرقین کی اس طرح کی کانفرنسیں 1783ء سے لیکر آج تک منعقد ہوتی چلی آرہی ہیں۔

7. اسلامک انسائیکلوپیڈیا کی تیاری

اسلامک انسائیکلوپیڈیا تیار کرنا۔ مستشرقین اب تک اس کو کئی زبانوں میں شایع کر چکے ہیں۔اسلام اور اس سے متعلق عقائد و نظریات کے بارے میں جھوٹی اور غلط باتوں کو اس میں بھر دیا ہے۔افسوسناک بات تو یہ ہے کہ ہمارے مذہب کے تعلیم یافتہ حضرات اس کو ایک مرجع کے حیثیت سے تسلیم کرتے ہیں اور اس کو ثقہ سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ ان تعلیم یافتہ حضرات کی کوتاہی، کم علمی اور اسلامی ثقافت سے ناواقفیت کے سوا کچھ نہیں ہے۔

عصر حاضر کے متشدد مستشرقین اور ان کی تصنیفات

1. اے۔جے۔اربری

یہ انگریز مستشرق ہے۔اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اس کا تعصب بہت مشہور ہے۔دائرہ المعارف الاسلامیہ (دی انسائیکلوپیڈیا آف اسلام) کے لکھنے والوں میں اس کا نام سر فہرست ہے۔اس کے دیگر کتابوں میں الاسلام الیوم (1943ء)، مقدمہ لتاریخ التصوف(1947ء)،التصوف(1950ء) اور ترجمہ القرآن(1950ء) ہیں۔

2. الفرڈ جیوم

یہ بھی انگریز اور نہایت متعصب مستشرق ہے۔اس کی تحریر اور افکار و نظریات پر ہمیشہ عیسائی تبلیغ کا رنگ غالب رہا ہے۔اس کی مشہور تصنیف "الاسلام" ہے۔

3. بیرن کرادی ووکس

یہ فرانسیسی مستشرق ہے۔متعصبانہ نظریہ کا حامل ہے۔(دی انسائیکلوپیڈیا آف اسلام) کی تحریر میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا ہے۔

4. ایچ۔اے۔ار۔گب

یہ انگلینڈ کے مستشرقین میں سے ہے اور مصر کے "المجمع اللغوی" کا ممبر رہ چکا ہے۔اس کی دیگر تصنیفات میں سے طریق الاسلام، الاتجاهات الحديثة فى الإسلام ، المذهب المحمدى ، الإسلام والمجتمع الغربى، شامل ہیں۔

5. گولڈزیہر

بہت ہی مشہور زمانہ جرمن یہودی مستشرق ہے۔اسلامی انسائیکلوپیڈیا لکھنے والوں میں سے ایک ہے۔قرآن کریم اور احادیث نبویہ پر اس نے بہت کچھ تحریر کیا ہے۔تاریخ مذہب التفسیر الاسلامی، اس کی مشہور تصنیف ہے۔

6. جون مایناڑ

یہ ایک متعصب امریکی مستشرق ہے۔امریکی رسالہ "مجلة جمعية الدراسات الشرقية "کی اشاعت میں برابر حصّہ لیتا رہا۔

7. ایس۔ایم۔زویمر

اس کا نام مشنری مستشرقین میں آتا ہے۔اسی نے امریکی مشنری رسالہ "العالم الاسلامی" کی بنیاد ڈالی۔

8. عزیز عطیہ سوریال

یہ مصری عیسائی مسشرق ہے۔ صلیبی جنگوں سے متعلق اس کی کچھ کتابیں بھی ہیں۔

9. جی۔فون۔گرنبم

یہ جرمن یہودی مستشرق ہے۔اس نے مسلمانوں اور اسلامی روایات کو اپنی تحریروں میں ظلم و ستم کا نشانہ بنایا ہے۔مستشرقین اس کو بہت پسند کرتے ہیں۔اِسلام العصور الوسطی (1946ء)، الأعیاد المحمدیۃ (1951ء)، محاولات فی شرح الِاسلام المعاصر (1947ء)، دراسات في تاریخ الثقافۃ الِاسلامیۃ (1954ء)، الوحدۃ والتنوع في الحضارۃ الِاسلامیۃ (1955ء) اور الاسلام (1957ء) وغیرہ اس کی دیگر تصانیف ہیں۔

10. فلیپ ہٹی

یہ لبنانی نژاد امریکی مستشرق ہے۔ تاریخ العرب اور تاریخ سوریا، اس کی مشہور تصانیف ہیں۔

11. اے۔جے۔وینسنک

اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا کٹر دشمن ہے۔ اس کی مشہور کتاب عقیدۃ الِاسلام ہے۔

12. کینتھ کریگ

یہ امریکی مستشرق ہے۔ دعوۃ المئذنۃ نامی کتاب اسی کی تالیف ہے۔

13. لوئی میسگنین

فرانسیسی مستشرق ہے۔ الحلاج الصوفی الشھید فی الِاسلام نامی کتاب اسی کی تصنیف ہے۔

14. ڈی۔بی۔مکڈونلڈ

یہ امریکی مستشرق ہے۔ تطور علم الکلام والفقہ والنظریۃ الدستوریۃ فی الِاسلام (1903ء) اور الموقف الدینی والحیاۃ فی الِاسلام (1908) اس کی مشہور تصانیف ہیں۔

15. ڈی۔ایس۔مارگولیتھ

یہ انگریز مستشرق ہے۔ التطورات المبکرۃ في الِاسلام (1913ء)، محمد و مطلع الِاسلام (1905)، اور الجامعۃ الِاسلامیۃ (1913)، اس کی مشہور کتابیں ہیں۔

16. آر۔اے۔نیکلسن

17. انگلینڈ میں اپنے دور کا سب سے بڑا مستشرق تھا۔ فلسفہ اور اسلامی تصوف میں اس نے تخصص کیا تھا۔ اس کی مشہور تصانیف میں متصوف و الِاسلام (1910ء) اور التاریخ الادبی للعرب (1930ء) شامل ہیں۔

18. جوزف شاخت

یہ مسلمانوں اور اسلام کے خلاف بہت ہی متشدد قسم کا جرمن مستشرق ہے۔ فقہ اسلامی اور اصول فقہ کے موضوع پر اس کی کئی کتابیں ہیں۔ اس کی سب سے زیادہ شہرت یافتہ کتاب اصول الفقہ الاسلامی ہے [21]۔

مستشرقین کی پرفتن تحقیقی روش

جمہور مستشرقین جب اسلامی شریعت پر کچھ تحریر کرتے ہیں تو بحث و تحقیق کا نہایت ہی عجیب پیمانہ اختیار کرتے

ہیں۔ان کا حال یہ ہے کہ پہلے سے ہی ذہن میں ایک معیّن فکر رکھ کر اس کے اثبات میں دلائل کا بے محل استعمال کرتے ہیں۔اکثر جزئی واقعہ سے امر کلّی کا استنباط کرتے ہیں اور اکثر شش وپنج میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر نفس پرستی اور ذاتی اغراض و مقاصد کا داخل نہ ہو تو ان کی ذات کو بہت فائدہ پہنچ سکتا ہے اور ساتھ ہی صحیح نتیجہ بھی حاصل ہو سکتا ہے۔چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

1. **ائمہ اسلام کی تاریخ اسلام سے ناواقفیت**

مشہور مستشرق گولڈ زیہر کا گمان یہ تھا کہ احادیث نبویہ کا مجموعہ ہجرت کی پہلی تین صدیوں کی کارکردگی کا نتیجہ ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث کی روایت صحیح نہیں ہے۔اور ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کے درمیان شرعی احکام معروف نہیں تھے.مزید یہ کہ بڑے بڑے ائمہ کرام شریعت اسلامیہ اور تاریخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ناواقف تھے۔

اپنے اس گمان کو ثابت کرنے کی اس نے انتہائی ناکام کوشش کی ہے۔اس سلسلے میں بعض غیر معتبر اور مختلف فیہ روایات کو جمع کیا۔ان میں سے ایک روایت وہ بھی ہے جس کو اس نے "دمیری" کی کتاب "الحیوان" سے نقل کیا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو یہ علم نہیں تھا کہ معرکہ بدر اور احد میں کس کا وقوع پہلے ہوا ہے[22]۔

حالانکہ امام اعظم تو ان مشہور ائمہ کرام میں سے ہیں کہ جنہوں نے اپنی فقہی کتابوں میں احکام حرب پر بہت ہی شرح و بسط کے ساتھ کلام کیا ہے اسی طرح اگر آپ کے شاگردوں حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ (جنہوں نے آپ کے علم کی نشر واشاعت میں عظیم کردار ادا کیا) کی کتابوں کا جائزہ لیا جائے تو اسلامی جنگوں کے ہزاروں واقعات ملیں گے۔اور عقلا یہ بات ناممکن ہے کہ آپ رحمہ اللہ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ناواقف تھے۔جبکہ احکام حرب میں آپ کی فقہ کا دارومدار سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے۔اس سلسلے میں ہم مثال کے طور پر دو کتابوں کا تذکرہ کرتے ہیں جو امام ابو حنیفہ کے شاگردوں کے قلم کے شاہکار ہیں۔

i. **کتاب الرد علی سیر الأوزاعی:** یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔

ii. **کتاب السیر الکبیر:** یہ امام محمد رحمہ اللہ کی تالیف ہے اور اس کی شرح امام سرخسی رحمہ اللہ نے لکھی ہے۔

ان دونوں کتابوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امام اعظم کی شاگرد آپ کے اس علم کے حامل ہیں جو کہ عہد نبوی اور عہد خلفاء راشدین میں واقع اسلامی جنگوں کی تاریخ پر مطلع ہونے کا پتا دیتا ہے۔

گولڈ زیہر یقیناً جانتا ہو گا کہ دمیری مؤرخ نہیں ہے اور اس کی کتاب الحیوان فقہ اور تاریخ کے موضوع سے متعلق ہی نہیں ہے۔ کیونکہ دمیری تو ایسا شخص ہے جو اپنی کتاب میں ہر اس واقعہ کو لکھ دیتا ہے جو دلچسپ اور نادر ہوتا ہے۔ وہ تو کسی واقعہ کی صحت پر بالکل بھی توجہ نہیں دیتا۔ نیز یہ بات بھی واضح ہے کہ امام اعظم اور ان کے معاصرین اور مقلدین کے درمیان کافی چپقلش اور فکری کشیدگی تھی۔ اور یہ دوری اور دشمنی حکایات کے لکھاریوں کے لئے زہر ہلاہل کی طرح تھی۔ ان حکایات میں بعض آپ کی قدر و منزلت کا پتہ دیتے تھے جبکہ بعض آپ کی شان و عزت کی قلت پر دلیل تھے جو کہ اکثر موضوع اور خود ساختہ ہیں اور یہ حکایات علماء اور مفکرین کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔

گویا کہ گولڈ زیہر نے ان تمام چیزوں سے اعراض کیا جو سیرت امام اعظم پر علمی اسلوب میں لکھی گئی ہیں اور اپنے دعوے (کہ احادیث نبویہ مسلمانوں نے پہلی تین صدیوں میں تیار کیا ہے) کو مضبوط کرنے کے لئے ایسی جھوٹی روایتوں پر اعتماد کیا ہے جو کسی بھی محقق کے لائق نہیں۔

2. امام زہری پر وضع حدیث کا بہتان

گولڈ زیہر نے امام زہری پر یہ الزام لگایا ہے کہ آپ اموی خلفاء کی شان میں حدیثیں گڑھتے تھے۔ اور حدیث "لا تشدّ الرّحال إلا إلى ثلاثة مساجد .... الخ" [23] کے بارے میں کہتا ہے کہ آپ نے عبد الملک بن مروان کے لئے وضع کی ہے۔ دلیل یہ دیتا ہے کہ یہ حدیث زہری کی روایت کردہ ہے اور آپ عبد الملک بن مروان کے معاصر تھے۔ چونکہ امام زہری کی طرف تدوین حدیث کی عظیم خدمت منسوب ہے اس لئے مستشرقین کا اصل زور اسی پر صرف ہوا کہ امام زہری کی شخصیت کو بگاڑ دیا جائے اور ان کو ایک دنیادار، حریص، بادشاہوں کا وفادار اور ان کی ہاں میں ہاں ملانے والا ثابت کیا جائے۔ تاکہ حدیث نبوی کا پورا ڈھانچہ ہی کچھ کا کچھ ہو جائے۔

ڈاکٹر مصطفی حسنی السباعی نے اسی کا بھرپور جواب اپنی لاجواب کتاب 'السنة و مكانتها في تشريعي الإسلامي' میں تفصیل سے دیا ہے۔ ہم طوالت کے خوف سے اس کا صرف حوالہ دینے پر اکتفاء کرینگے۔ صاحب ذوق رجوع فرمایں.

3. عرب فاتحین کی عجمی مسلمانوں پر فضیلت

مستشرقین عرب فاتحین کو عجمی مسلمانوں سے بلند رتبہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مستشرق بروکلمان اپنی کتاب "تاریخ الشعوب الإسلامیة" میں لکھتا ہے:

"و إذا كان العرب يؤلفون طبقة الحاكمين، فقد كان الأعاجم من الجهة الثانية هم الرعية أي القطيع! و جمعها رعايا كما يدعوهم تشبيه سامي قديم كان مألوفا حتى عند الآشوريين" [24]

" جب عرب حاکموں کو طبقات میں تقسیم کر رہے تھے تو دوسری طرف عجمی حضرات ہی رعایا یعنی ریوڑ تھے۔ رعیۃ کی جمع رعایا ہے۔ جیسا کہ عرب عجمیوں کو پکڑتے ہیں۔ یہ قدیم سامی تشبیہ ہے جس کا استعمال آشوریوں کے دور میں بھی تھا۔"

عموماً عرب فاتحین ہمیشہ عادلانہ رویہ اختیار کرتے تھے۔ اور تمام عربی یا غیر عربی افراد کے ساتھ بلا امتیاز یکساں معاملہ کرتے تھے۔ مگر اس مستشرق نے "رعیۃ" سے لغوی معنی اخذ کر کے نتیجہ یہ نکالا کہ وہ مسلمان عجمیوں کو اس نظر سے دیکھتے تھے جیسے بکری کے ریوڑ کو دیکھا جاتا ہے۔

مگر لغت میں "ر ع ی" کے مادے سے اسم فاعل "راعی" کا اطلاق ہر اس شخص پر ہوتا ہے جو اپنی قوم کے معاملے کا ذمہ دار ہوتا ہے اور قوم رعیت کی منزل میں ہوتی ہے۔ اور "راعیتہ" کا معنی ہے "میں نے اس کا خیال کیا بنظر احسان" اور "راعیت امرہ" کا معنی ہے "میں نے اس کی حفاظت کی جیسا کہ اس کی نگہبانی کی [25]"

لغوی تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ لغت میں "راعی" کا اطلاق بکری کے چرواہے اور قوم کے سردار دونوں پر ہوتا ہے جبکہ "رعیۃ" کا اطلاق ریوڑ پر بھی ہوتا ہے اور قوم پر بھی اور "رعایۃ" کا معنی حفاظت اور احسان ہے۔

اسلام نے من جملہ پوری قوم کے لئے "رعیۃ" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ کبھی بھی عجمیوں کے ساتھ خاص نہیں کیا اور نہ ہی اس سے عجمیوں کو ریوڑ سے تشبیہ دینے کا معنی اخذ کیا جا سکتا ہے۔ اس کی تائید میں متعدد احادیث وارد ہیں۔ مثلاً

حدیث نمبر 1:"ألا كلكم راع و كلكم مسؤل عن رعيّته..........الخ [26]

" سنو، تم میں سے ہر کوئی حاکم ہے اور ہر کوئی اپنی رعایا کا ذمہ دار ہے۔ چنانچہ وہ حاکم جو لوگوں پر مقرر ہے وہ ان کا نگہبان ہے اور اپنی رعایا کا ذمہ دار ہے۔ مرد اپنی اہل و عیال کا نگہبان ہے اور ان کا ذمہ دار ہے۔........الخ"

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"و الرّاعی هو الحافظ المؤتمن الملتزم صلاح ما أوتمن على حفظه فهو مطلوب بالعدل فيه و القيام بمصالحه" [27]

" اور لفظ راعی کا معنی نگہبان، امانتدار اور اپنی زیر امانت اشیاء کے ذمہ دار ہیں۔ اور اسی وجہ سے اس کی ذمہ داریوں میں انصاف پسندی اور خیر خواہی کا معاملہ کرنا بھی داخل ہے۔"

حدیث نمبر 2:"ما من وال يلي رعية من المسلمين فيموت و هو غاش لهم إلا حرّم الله عليه الجنة " [28]

" جو بھی حاکم مسلم رعایا کی حاکمیت کر رہا ہو اور ان کی حق تلفی کرتے ہوئے اس کی موت آ جائے تو یقیناً اللہ اس پر جنّت حرام کر دیتا ہے۔"

ان دو حدیثوں اور اسی طرح دیگر کی حدیثوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ "رعیۃ" کو عجمیوں کے ساتھ خاص کرنا بروکلمان کی علمی خیانت اور حقیقت سے چشم پوشی کی دلیل ہے کیونکہ اس کے کئے ہوئے معنی کی نہ تو کوئی اصل ہے اور نہ ہی کوئی ایسی دلیل ہے جس سے ذہن اس طرف جاتا ہو[29]۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب بدوؤں سے فصاحت وبلاغت سیکھی

مستشرق مایورنے ڈی-ایس-مار گولیتھ سے یہ دعوی نقل کیا ہے کہ عرب کے بدو فصاحت وبلاغت کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔اس لئے کوئی بعید نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عربی زبان میں کوشش کی ہو اور فصاحت وبلاغت میں غیر معمولی مہارت حاصل کرلی ہو[30]۔

اس بات سے مستشرقین کے تحقیق کے پیمانے کا پتہ چلتا ہے جو ان کے خیالات کی پیداوار پر منحصر ہے اگرچہ وہ حقیقت واقعہ کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔درحقیقت عرب تو فصاحت وبلاغت کی تعلیم حاصل ہی نہیں کیا کرتے تھے۔اور نہ ہی ان کے پاس کوئی ایسے ادارے یا افراد تھے جو ان کے قواعد بناتے اور نہ ہی قبل بعثت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت و بلاغت کی تعلیم لوگوں میں مشہور ہوئی۔ہمارے پاس کوئی ایسی نص موجود نہیں جو اس دعوی کو ثابت کرے البتہ اس کے برخلاف ہمارے پاس ایسے ثبوت ملتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل بعثت اور قبل نزول قرآن نہ ہی کوئی نظم کہی اور نہ ہی کوئی نثر۔

فرانسیسی مسلم مستشرق "ناصر الدین دینیہ" نے مستشرقین کے انداز واسلوب اور علمی پیمانے پر بہت اچھی بات کہی ہے۔وہ کہتے ہیں کہ مستشرقین جب بھی کسی چیز پر حکم لگاتے ہیں یا کسی چیز کی تحقیق میں کوئی رائے قائم کرتے ہیں تو سارے مستشرقین کے آراء میں اس قدر تضاد و تناقض پایا جاتا ہے کہ بحث و تحقیق کی دنیا میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔یہی وجہ ہے کہ انہوں نے یورپین خیالات و نظریات کے تناظر میں سیرت محمدیہ اور ظہور اسلام کی تاریخ کا جائزہ لینے کی کوشش کی تو ضلالت و گمراہی کے دلدل میں اس طرح پھنسے کہ آج تک نکل نہ سکے[31]۔

خلاصہ بحث

آخر میں مجھے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ خود مسلمان اپنی عظیم تاریخ کے روبرو حیران، مبہوت اور سر جھکائے ہوئے کھڑا ہے۔اسے یہ معلوم نہیں کہ صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کا اس دین کی خدمت اور محنت کے لئے ان

کی قربانیوں اور مر مٹنے کے جذبے اور اسی تاریخ کے صفحات میں موجود نہایت تاریک، ناپسندیدہ اور گھناونے واقعات کے درمیان کیسے مطابقت پیدا کرے؟

یہی وجہ ہے کہ ایک عام مسلمان کبھی احادیث صحیحہ پر نادانستہ حملوں کی کوشش کرنے لگتا ہے جو کسی بھی حال میں مرد مؤمن کے شایان شان نہیں ہے۔ تاریخ اسلام پر کچھ ناپاک اور غیر امانتدار لوگوں نے یقیناً اپنی مہارت ظاہر کی ہے جس سے ان کا اولین مقصد یہی تھا کہ اس امت کی تاریخ کو بدنما کر دیا جائے اور اس میں شک کے بیج بوئے جائیں۔ اسی تاریخ کو ہماری نئی نسل اسکول، کالج اور یونیورسٹیوں میں پڑھتی ہے۔ اور اسی کو اپنی پریکٹیکل لائف میں لانے کے لئے شب و روز ایک کرتی ہے۔ ان مستشرقین نے اسلامی تہذیب و تمدّن کی حقیقت سے بالکل جداگانہ تصویر کشی کی ہے تاکہ اس کی بلندی کو پست کیا جائے اور اس نے جو انسانیت کو بہترین علمی سوغات پیش کی ہے، اسے حقیر سمجھا جائے۔ یہ سب اس لئے کیا تاکہ مغرب و مشرق کے لوگوں کے دلوں میں اسلامی تہذیب و تمدّن سے نفرت اور دوری کا بیج بآسانی بویا جائے۔

اللہ رب العزت سے یہ دعا ہے کہ اللہ رب العزت اس امّت میں ایسے رجال کار پیدا فرمائے جو ہمارے لوگوں کی آنکھوں سے مکر و فریب اور تعصب و بربریت کا وہ چشمہ اتار دیں جسے ان مستشرقین نے پہنایا ہے اور انہیں اسلام اور اسلامی تہذیب و تمدّن کو بعینہ ایسے ہی سمجھا دے جیسا کہ تمام عالم کے لئے آسمان سے اتارا گیا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1 سورۃ آل عمران 3: 19
2 ابن منظور الافریقی، لسان العرب (بیروت: دار صادر، 2004ء) 10: 174
3 ڈاکٹر مازن بن صلاح مطبقانی، الاستشراق (مدینہ منورہ: قسم الاستشراق کلیہ الدعوہ، (س۔ن)) ص: 2
4 ایڈورڈ سوید، شرق شناسی (پاکستان: مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد (س۔ن)) ص: 14
5 ڈاکٹر عبدالحئ عابد، استشراق اور مستشرقین، شعبہ علوم اسلامیہ (سرگودھا: یونیورسٹی آف سرگودھا (س۔ن)) ص: 7
6 الاستشراق: 2
7 ڈاکٹر محمود احمد غازی، علم سیرت و مستشرقین (کراچی: زوار اکیڈمی پبلیکشنز، اکتوبر 2011ء) ص: 7
8 پیر کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی (لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشنز، 1420ہجری) 6: 123
9 ابوالحسن علی ندوی، اسلامیات اور مغربی مستشرقین و مسلمان مصنفین (لکھنؤ: مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، 1982ء) ص: 14
10 علم سیرت و مستشرقین: 8
11 ڈاکٹر مصطفی حسنی السباعی، الاستشراق والمستشرقون مالہم وما علیہم (مصر: دار الورقہ، قاہرہ، 1999ء) ص: 33
12 نور الحسن خان الازہری، استشراق اور مستشرقین ایک تاریخی و تنقیدی مطالعہ (انڈیا: مرکز اہل سنّت، گجرات، 2008ء) ص: 36

13 نفس مصدر: 44

14 ڈاکٹر محمدؐ ثنااللہ ندوی، علوم اسلامیہ اور مستشرقین (پاکستان: ادارہ نشریات، لاہور، 2009ء) ص: 42

15 ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی، السنۃ ومکانتہا فی تشریعی الاسلامی (بیروت: المکتب الاسلامی، دار الورّاق للنشر والتوزیع (س۔ن) ص: 92

16 الاستشراق والمستشرقون مالہم وما علیہم: 51

17 مولانا رحمت اللہ صاحب، مقدمہ اظہار الحق (قطر: طبع حکومت قطر، 1981ء) ص: 8

18 مانع بن حماد الجہنی، الموسوعۃ المیسرۃ فی الادیان والمذاہب والاحزاب المعاصرۃ (بیروت: دار الندوۃ للنشر (س۔ن)) 2: 289

19 19Asian Magazine, The Muslim World, Missionary Work etc.

مجلۃ جمعیۃ الدراسات الشرقیۃ، مجلۃ الشرق الاوسط وغیرھا

20 استشراق اور مستشرقین ایک تاریخی وتنقیدی مطالعہ: 54

21 ڈاکٹر محمدؐ البہی، المبشرون والمستشرقون وموقفہم من الاسلام (مصر: مطبعہ الازہر (س۔ن)) ص: 17

22 الاستشراق والمستشرقون مالہم وما علیہم: 56

23 محمدؐ اسماعیل البخاری، الصحیح البخاری (قاہرہ: جمعیۃ المکنز الاسلامی، 2000ء) کتاب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینہ، باب فضل الصلاۃ 1: 222

24 الاستشراق والمستشرقون مالہم وما علیہم: 59

25 مولانا وحید الزمان قاسمی کیرانوی، القاموس الوحید (لاہور: ادارہ اسلامیات، 2001ء) باب "الراء" 2 : 646

26 صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول، 3: 1441

27 ابن حجر عسقلانی، فتح الباری (مصر: دار ابی حیان (س۔ن)) کتاب الاحکام، باب 1، 16: 458

28 صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب من استرعی رعیۃ، 3: 1443

29 الاستشراق والمستشرقون مالہم وما علیہم: 61

30 نفس مصدر

31 الاستشراق والمستشرقون مالہم وما علیہم: 63